

ہندوؤں کی سیرت نگاری کا ناقدا نہ جائزہ (روایات سیرت کے تناظر میں)

حافظ محمد نعیم*

سیرت نبوی ﷺ اپنی جامعیت و آفاقیت کی وجہ سے ہمیشہ موضوع بحث رہی ہے اور سیرت کا اعجاز و کمال ہے کہ عصر حاضر میں بھرپور انداز میں اس کے مختلف پہلوؤں پر لکھا جا رہا ہے۔ اور جب تک اس خطہ ارضی پر انسانیت کا وجود قائم ہے ان شاء اللہ لکھا جاتا رہے گا۔ نبی کریم ﷺ کی ذات مبارکہ پر قدیم و جدید مسلم و غیر مسلم حضرات نے اتنا کچھ لکھا ہے کہ جس کا احاطہ ممکن نہیں۔ کوئی زبان، کوئی علاقہ اور کوئی خطہ ایسا نہیں جہاں سیرت کی مہک نہ پہنچی ہو اور سیرت پڑھنے اور لکھنے والے موجود نہ ہوں لیکن سیرت نبوی ﷺ کی ہمہ گیریت اور وسعت کی بناء پر کوئی بھی سیرت نگار آپ ﷺ کی زندگی کا کما حقہ احاطہ نہیں کر سکا مگر ”ہر گلے رارنگ و بوئے دیگر است“ اسی لیے وقت گزرنے کے ساتھ سیرت نبوی کے نئے نئے پہلو کھل کر سامنے آ رہے ہیں اور انسانیت کو درپیش مسائل کے حل میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔

قرآن مجید نے آپ ﷺ کی ذات اقدس کو ہمارے لیے اسوہ حسنہ، لائق محبت و اطاعت اور اسلامی تعلیمات کا سرچشمہ قرار دیا ہے لہذا ہمارے لیے یہ لازم ٹھہرتا ہے کہ ہم حضور ﷺ کی سیرت کا مطالعہ وقت نظری اور غور و فکر سے کریں اور خاص طور پر غیر مسلم حضرات نے جو کچھ لکھا ہے اسے تحقیق و تنقید کی کسوٹی پر پرکھ کر قبول یا رد کیا جائے اور جہاں انہوں نے غلطی کی ہے یا واقعات کو دانستہ یا غیر دانستہ طور پر غلط رنگ میں پیش کیا ہے وہاں نشاندہی کرتے ہوئے ان کی اصلاح کی جائے تاکہ ان کا سیرت لٹریچر کسی قسم کی غلط فہمی کا باعث نہ بنے۔

برصغیر پاک و ہند کا خطہ اس حوالے سے بہت زرخیز ہے کہ اس میں بسنے والے غیر مسلموں کی ایک کثیر تعداد نے حضور ﷺ کی حیات مبارکہ اور احوال مقدسہ کو موضوعِ سخن بنایا ہے اور آپ ﷺ کے کردار کی عظمت، چال چلن کی عصمت اور عادات و اطوار کی پاکیزگی کو نہ صرف تسلیم کیا ہے بلکہ اپنے قلم کے ذریعہ سے اسے بھرپور انداز میں اجاگر کرنے کی بھی کوشش کی ہے۔ برصغیر کے غیر مسلم حضرات کی مثبت سیرت نگاری کے حوالے سے ہندو

* اسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، جی۔سی یونیورسٹی لاہور، پاکستان

حضرات امتیازی حیثیت رکھتے ہیں ہندو شعراء، ادبا، فلاسفرز، سیاسی رہنماء اور مؤرخین کی ایک بہت بڑی تعداد ایسی ہے جنہوں نے آپ ﷺ کے حضور منظوم و منثور ہر دو اصناف میں عقیدت و محبت کے فن پارے پیش کیے ہیں سیاسی تقاریر، اخباری بیانات، مذہبی تقاریر اور نعتیہ اشعار کو چھوڑتے ہوئے صرف ایسی کتابوں کی فہرست تیار کی جائے جس میں نبی کریم ﷺ کی ذات اور حیات پر سوانحی انداز میں قلم اٹھایا گیا ہے تو ایسی کتابوں کی ایک اچھی خاصی تعداد ہمارے سامنے آتی ہے جن کو ہم مستقل کتب سیرت کہہ سکتے ہیں علاوہ ازیں بانیان مذاہب سے متعلق کتب میں حضور ﷺ کا تذکرہ، منظوم کتب سیرت، تاریخی طرز پر لکھی گئی کتب میں حالات و واقعات سیرت اور مختلف مطبوعہ تقاریر اور مضامین و مقالات کی صورت میں بھی سیرت لٹریچر موجود ہے۔

مستقل کتب سیرت میں حضرت محمد صاحب بانی اسلام از شردھے پرکاش دیو، رسول عربی از جی ایس دارا، حیات محمد از دایا چندھوک گوراند، عرب کا چاند از لکشمی پرشاد، حضرت محمد ﷺ اور اسلام از پنڈت سندلال، محمد ﷺ دی پرافٹ آف اسلام از بی کے نارائن، محمد دی پرافٹ آف اسلام از رام کرشنا راؤ، نرائنس واتم رشی از پنڈت وید پرکاش، محمد صاحب از سیواسنگھ اور قرآن ناطق از سرجیت سنگھ لامبا زیادہ اہم ہیں۔ مذاہب اور بانیان مذاہب سے متعلق کتب میں دنیا کے نو مذہبی ریفارمرز شام لال ستیا رتھی، پیام محبت از رام سروپ کوشل، ہمارے مربی از پروفیسر پریتم سنگھ، چار مینار از گوہن رام سیٹھی، دی پرافٹز آف دی ایسٹ از دیوان چندر شرام، این انسائٹ ان ٹو ورلڈ ریلیجز از کے وی سنگھ، اسلام میکر آف دی مسلم مائنڈ از رامیش راؤ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ مطبوعہ مضامین و مقالات میں رائے بہادر کی نعت از رائے بہادر لالہ پارس واس، حضرت محمد ﷺ اور اسلام از بابو کنج لال دلوالی، دنیا کا ہادی اعظم غیروں کی نظر میں (بک ڈپوٹالیف و اشاعت قادیان پنجاب)، برگزیدہ رسول غیروں میں مقبول (کتاب گھر قادیان پنجاب)، اسلام غیر مسلموں کی نظر میں از ایم عبدالعزیز اینڈ سنز اور اسلام جس سے مجھے عشق ہے از مسٹر اڈیار وغیرہ اہمیت کی حامل ہیں۔ منظوم کتب سیرت میں مدنی موہن عرف پیغمبر اسلام از امر ناتھ سیڈھاشوق، رہبر اعظم از چرن سرن ناز مانکپوری اور مہا کاویہ حضرت محمد ﷺ از سگم چند مکیش کے نام لئے جاسکتے ہیں برصغیر کی تاریخ، تہذیب و ثقافت، مسلمانوں کی آمد اور ہندوستان میں مسلمانوں کے دور حکومت کے حوالے سے لکھی گئی کتب میں اسلام اور پیغمبر اسلام کی ذات پر کسی نہ کسی حوالے سے بات کی گئی ہے۔ ڈاکٹر تا راجند کی انفلوئنس آف اسلام آن انڈین کلچر، ایشوری پرشاد کی آٹھری آف مسلم رول ان انڈیا اور ویڈیا درمہا جن کی دی مسلم رول ان انڈیا وغیرہ اسی نوع کی کتب ہیں (۱)

ہندوؤں کی سیرت نگاری کے عہد پر غور کرنے سے اس حقیقت کا ادراک ہوتا ہے کہ ہندوؤں کی طرف

سے بیشتر سیرت لٹریچر ۱۸۵۷ء-۱۹۳۷ء کے درمیانی عرصہ میں وجود میں آیا۔ عہد برصغیر کی مخلوط معاشرت مذہبی، ثقافتی، معاشرتی، سیاسی اور تہذیبی حوالے سے بہت اہمیت کی حامل ہے اور ہندوؤں کی سیرت نگاری کے اسباب و محرکات کی تلاش اس عہد کے معروضی حالات میں یقیناً کی جاسکتی ہے۔ ہندو حضرات کی سیرت نگاری کا عہد اور اسباب و محرکات کی تلاش ایک الگ مقالہ کی متقاضی ہے۔ زیر بحث مضمون میں ہندو حضرات کی کتب سیرت میں بیان کردہ چند روایات سیرت کا جائزہ لینا اور ان کی استنادی حیثیت سے بحث کرنا مقصود ہے۔ اس بات سے انکار ممکن نہیں کہ ہندو حضرات کی طرف سے مثبت انداز میں کی گئی سیرت نگاری کے بعض فن پارے ایسے ہیں کہ ان کے مطالعہ کی گہرائی اور استنباط نتائج پر تعجب ہوتا ہے چند کتابیں تو اس قدر عقیدت کے ساتھ لکھی گئی ہیں کہ بقول عبدالماجد دریا آبادی ان کے حرف حرف سے عشق و محبت کے آب کوثر کی بوندیں ٹپکتی ہیں اور ایک مسلمان کو بھی اس خلوص نیت پر رشک آنے لگتا ہے (۲) حضور ﷺ کی حمایت میں قلم اٹھانے والے ہندو حضرات نے اگرچہ بڑے خلوص دل اور نیت کی پاکیزگی کے ساتھ آپ ﷺ کی ذات پر قلم اٹھایا ہے لیکن ان کی کتب سیرت میں چند روایات ایسی ہیں جو مسلمانوں کے نقطہ نظر سے مطابقت نہیں رکھتیں بغیر حوالہ جات کے روایات کا بیان، ثانوی ماخذ پر انحصار اور فن سیرت سے ناواقفیت کی بناء پر ان کی مثبت سیرت نگاری بہت سے تسامحات کا شکار ہوئی اور کہیں کہیں عقیدت میں مبالغہ آمیزی کی وجہ سے بھی قلم غیر محتاط ہو گیا جہاں ایک لحاظ سے یہ کتابیں بہت عمدہ ہیں وہاں ان میں کچھ کمزوریاں بھی پائی جاتی ہیں مثلاً ذاتی قیاس اور رائے کو جگہ دی گئی ہے، پیغمبر اسلام کی زندگی کا مطالعہ ایک پیغمبر کی بجائے ایک مصلح کی حیثیت سے کیا گیا ہے، ہندی اور فارسی الفاظ کی بھرمار ہے نیز آپ ﷺ کے ہندو اور سکھ سیرت نگار زیادہ سے زیادہ واقعات بیان کرنے کے مشتاق نظر آتے ہیں۔ لہذا اس سلسلے میں پیش کردہ بعض روایات ایسی ہیں جن کا اہمیت کتب سیرت میں کوئی ذکر نہیں۔ مغربی مصنفین سے استفادہ اور بنیادی مآخذ سے لاعلمی کا نتیجہ ہے کہ ان سیرت نگاروں کی کتب میں رطب و یابس ہر قسم کی روایات شامل ہو گئی ہیں۔ اس کے علاوہ کچھ بیانات ایسے ہیں۔ جو ان سیرت نگاروں کی ذاتی رائے اور فہم کا نتیجہ ہیں۔ ذیل میں کچھ ایسی روایات کا تذکرہ کیا جاتا ہے جو ان کتب سیرت میں پائی جاتی ہیں اور قابل مواخذہ ہیں۔

(۱) حرم پر ابرہہ کی لشکر کشی کو بیان کرتے ہوئے رامیش راؤ مور لکھتا ہے کہ قریش اس وقت پہاڑیوں پر چڑھ گئے اور ان کو یقین تھا کہ خانہ کعبہ کے بت اس کی حفاظت خود کریں گے (۳) جبکہ اصل صورت حال یہ ہے کہ عبدالمطلب اور ان کے ساتھی اگرچہ قریشی پہاڑیوں پر چڑھ گئے تھے لیکن ان کو خدا کی ذات پر یقین تھا کہ وہ خود اپنے گھر کی حفاظت کرے گا اس موقع پر عبدالمطلب نے خدا سے دعا بھی کی ابن سعد نے طبقات میں وہ اشعار بھی

نقل کیے ہیں۔ جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:

لَا تُحْمِزُ الْبَنَاتُ إِلَّا الْمَرْءَ يَمْنَعُ رَحْلَهُ فَاَمْنَعُ جِلَالِكَ
لَا يَغْلِبَنَّ صَلَيبُهُمْ وَمَحَالُهُمْ غَدَاً وَمَحَالُكَ
إِنْ كُنْتَ تَارِكَهُمْ وَقَبْلَهُ لَتَنفَأْمُرَ مَا بَدَأَكَ (۴)

”الہی! مرد اپنی قیامگاہ کی حفاظت کرتا ہے پس تو اپنے گھر کی حفاظت فرما ان کی صلیبیں اور قوت و شدت صبح کے وقت تیری قوت و شدت پر ہرگز غالب نہ آئے اگر تو انہیں اور ہمارے قبلہ کو ایسے ہی چھوڑ دے تو معاملہ وہ ہوگا جو تجھ پر ظاہر ہے۔“

(۲) آپ ﷺ کی پیدائش کے متعلق رامیش راؤ لکھتا ہے کہ آپ ﷺ کی پیدائش کی خبر سن کر عبدالمطلب بہت خوش ہوئے اور آپ ﷺ کو اٹھا کر کعبہ لے گئے اور بتوں کا شکریہ ادا کیا۔ (۵)
لیکن صحیح روایات کے مطابق عبدالمطلب نے خانہ کعبہ میں جا کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور اس کا شکریہ ادا کیا۔ (۶)

(۳) پنڈت سند رلال آپ ﷺ کی رضاعت کے متعلق ایک عجیب بات لکھتے ہیں کہ آمنہ اتنی دکھی اور بیمار تھیں کہ وہ سات دن سے زیادہ بچے کو دودھ نہ پلا سکیں (۷) جبکہ اصل بات یہ ہے کہ عرب کے باشندوں کا دستور تھا کہ وہ اپنے بچوں کو شہری امراض سے دور رکھنے کے لئے دودھ پلانے والی بدوی عورتوں کے حوالے کر دیتے تھے۔ تاکہ ان کے جسم طاقتور اور اعصاب مضبوط ہوں اور اپنے گہوارے ہی سے خالص اور ٹھوس زبان سیکھ لیں اسی دستور کے مطابق آپ ﷺ کو دایہ کے سپرد کیا گیا۔ (۸)

(۴) شردھے پر کاش دیو کا خیال ہے کہ حضور ﷺ آٹھ برس کی عمر میں غار حرا جایا کرتے تھے۔ (۹) حالانکہ کتب سیرت میں لکھا ہے کہ آپ ﷺ نے ۳۵ سال کی عمر کے بعد غار حرا میں خلوت گزینی اختیار کی۔ (۱۰) آٹھ برس کی روایت کہیں مذکور نہیں۔

(۵) ڈاکٹر تارا چند کہتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ نے تعلیم راہبوں سے حاصل کی۔ (۱۱) یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ حضرت محمد ﷺ کی تعلیم کا منبع و ماخذ وحی الہی تھا اصل میں مستشرقین نے سفر شام میں نبی کریم ﷺ کی بحیرہ راہب سے ملاقات کو بہت اچھا لایا ہے اور یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ بحیرہ راہب سے آپ ﷺ نے تعلیم حاصل کی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مستشرقین سے متاثر ہو کر ڈاکٹر تارا چند نے ایسا لکھا ہے۔ ☆

(۶) اولین وحی کے سلسلے میں شردھے پر کاش دیو لکھتے ہیں کہ بعض مسلمان یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ فرشتہ کوئی نہیں

آیا صرف حضور ﷺ کے دل میں ہی یہ القا ہوا تھا اور خود بخود ان کی زبان سے سورہ علق کی پانچ آیتیں نکلی تھیں۔ (۱۲) حالانکہ سبھی مسلمان یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اس موقع پر حضرت جبرائیل نے آنحضرت ﷺ کو یہ آیات پڑھائی تھیں۔ اس ضمن میں صحیح بخاری کی کتاب بدء الوحی کا باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ بہت واضح ہے۔

(۷) پہلی وحی کے نزول کے بعد آنحضرت ﷺ کی اضطرابی حالت کو بیان کرتے ہوئے سند لال نے آپ ﷺ کے حوالے سے یہ الفاظ نقل کیے ہیں۔ ”خدیجہؓ مجھے کیا ہو گیا ہے میں پاگل تو نہیں ہو گیا“ (۱۳) یہ الفاظ صریحاً غلط ہیں نجانے سند لال نے یہ کہاں سے نقل کیے ہیں اصل الفاظ یہ ہیں جو حضرت خدیجہؓ سے بخاری شریف میں مروی ہیں۔ آپ ﷺ نے حضرت خدیجہؓ سے فرمایا ”لقد خشیت علی نفسی“ (۱۴) مجھے اپنی جان کا ڈر ہے۔

(۸) قبول اسلام کے وقت حضرت علیؓ کی عمر پروفیسر جی ایس دارا کے نزدیک سولہ سال ہے۔ (۱۵) جبکہ ابن اسحاق کی روایت کے مطابق حضرت علیؓ اُس وقت دس سال کے تھے (۱۶) ابن قیم نے آٹھ سال لکھی ہے۔ (۱۷) جبکہ ”السیرۃ النبویہ“ لابن کثیر میں بھی دس سال کی روایات مذکور ہیں۔ (۱۸)

(۹) شعب ابی طالب میں محصور ہونے کے متعلق پنڈت سند لال کا موقف ہے کہ ابوطالب اور بنی ہاشم خاندان کے دوسرے لوگوں نے خود شعب ابی طالب میں جانے کا فیصلہ کیا تھا۔ (۱۹) جبکہ کتب سیرت کے مطابق جب قریش نے مسلمانوں کا معاشرتی مقاطعہ کر دیا تو بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کے سارے افراد خواہ مسلمان رہے ہوں یا کافر سمٹ کر شعب ابی طالب میں محصور ہو گئے تھے۔ (۲۰)

(۱۰) سفر طائف سے واپسی پر آپ ﷺ نے مطعم کی پناہ حاصل کی اور مکہ میں داخل ہوئے یہ روایت تو ملتی ہے لیکن یہ کہیں بھی مذکور نہیں کہ آپ ﷺ اگلے روز ہی اس پناہ سے نکل گئے اور آپ ﷺ نے حرم میں جا کر اعلان کر دیا کہ اب میں مطعم کی پناہ میں نہیں ہوں۔ لہذا کوئی میری وجہ سے مطعم کو نہ ستائے لیکن شردھے پر کاش دیو، سوامی لکشمی، پروفیسر جی ایس دارا اور گو بند رام سیٹھی سب نے یہ روایت بیان کی ہے۔ (۲۱)

(۱۱) شردھے پر کاش دیو کے مطابق آنحضرت ﷺ ہجرت کے موقع پر مکان کی پچھلی طرف سے کود کر ابو بکر صدیقؓ کے ہاں گئے۔ (۲۲) اس روایت کی کوئی حیثیت نہیں اور نہ ہی ایسی کوئی روایت کتب سیرت میں ملتی ہے۔ ہجرت کے متعلق تمام روایات میں واضح طور پر یہ چیز ملتی ہے کہ آپ ﷺ اپنے گھر کے دروازے میں سے قریش کی آنکھوں کے سامنے گئے اور کسی کو کچھ پتہ نہ چل سکا۔ (۲۳)

(۱۲) رامیش راؤ کا خیال ہے کہ اہل مکہ آپ ﷺ کی ہجرت پر بہت خوش تھے (۲۴) یہ بیان خوش فہمی کے سوا کچھ نہیں کیونکہ قریش آپ ﷺ کی ہجرت سے بہت غصے میں آئے۔ وہ سب اس حوالے سے واراندہ میں اکٹھے

ہوئے اور حضور ﷺ کو قتل کرنے کی تدبیر پر اتفاق کیا اور اس سلسلے میں وہ نہ صرف حضور ﷺ کی تلاش میں اطراف مکہ گئے بلکہ انہوں نے آپ ﷺ کی گرفتاری پر انعام و اکرام کے ذریعہ بھی لوگوں کو ترغیب دی۔ (۲۵)

(۱۳) دیوان چند شرماء اپنی کتاب ”دی پروٹز آف دی ایسٹ“ میں لکھتے ہیں کہ آپ ﷺ نے انصار کو حکم دیا تھا کہ وہ ایک ایک مہاجر کو اپنے ساتھ لے جائیں اور اپنی آدمی جانیدا اس کو دے دیں۔ (۲۶) کتب سیرت و تاریخ میں یہ تو ملتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک مہاجر کو ایک انصار کا بھائی بنا دیا اور اس کی کفالت کی ذمہ داری بھی انصار پر ڈال دی لیکن آپ ﷺ نے ایسا کوئی حکم نہیں دیا جس سے یہ ثابت ہو کہ انصار مہاجرین کے ساتھ اپنی جانیدا تقسیم کریں اگرچہ انصار نے فراخ دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایسا کرنا چاہا لیکن مہاجرین نے گوارا نہ کیا۔

(۱۴) غزوہ احد کے لشکر سے عبداللہ بن ابی کی اپنے تین سو ساتھیوں سمیت واپسی کو رامیش راؤ نے نبی کریم ﷺ کا حکم قرار دیا ہے۔ (۲۷) جبکہ حقیقت یہ ہے کہ عبداللہ بن ابی نے خود بہانہ بنا کر واپسی اختیار کی تھی کہ مدینہ میں رہ کر جنگ لڑنے کے بارے میں اس کی رائے نہیں مانی گئی اور اس کی رائے پر بچوں اور کم عقل لوگوں کی رائے کو فوقیت دی گئی ہے۔ (۲۸)

(۱۵) اسلامی لشکر سے علیحدہ ہونے والے عبداللہ بن ابی اور اس کے تین سو ساتھیوں کو شردھے پر کاش نے یہودی قرار دیا ہے۔ (۲۹) جبکہ وہ مسلمان تھے لیکن ان کی کرتوتوں کی وجہ سے ان کو منافقین کہا جاتا ہے۔

(۱۶) مقتولین بنی قریظہ کی تعداد میں خود مسلمانوں کے درمیان اختلاف ہے ارباب سیر نے ۶۰۰ سے ۷۰۰ سو کے درمیان لکھی ہے۔ (۳۰) لیکن شردھے پر کاش کی بیان کردہ تعداد (۲۵۰) کہیں مذکور نہیں۔ (۳۱)

(۱۷) صلح نامہ حدیبیہ کی شرائط کے مطابق مکہ سے بھاگ کر مدینہ آنے والے مسلمانوں یا کافروں کو واپس کرنا ضروری تھا اس لئے جب ایک آدمی بھاگ کر مدینہ آیا تو آپ ﷺ نے اسے واپس کر دیا اس کا نام عتبہ بن اسید (ابو بصیر) تھا۔ (۳۲) لیکن شام لال نے اس کا نام ابو بکر لکھا ہے جو کہ بالکل غلط ہے۔ (۳۳)

(۱۸) حضور کی شادیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے پنڈت سندر لال لکھتے ہیں کہ حضرت صفیہؓ یہودی تھیں اور حضور ﷺ سے شادی کے بعد بھی آخر تک اپنے مذہب پر چلتی رہیں۔ (۳۴) جبکہ اصل صورت حال یہ ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت صفیہؓ سے شادی کرنے سے پہلے ان پر اسلام پیش کیا جسے انہوں نے قبول کر لیا تھا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے ان سے شادی کی اور ان کی آزاری کو ان کا مہر ٹھہرایا۔ (۳۵)

(۱۹) فتح مکہ کے موقع پر ابوسفیان نے اسلام قبول کیا اور جب وہ واپس مکہ آیا تو شردھے پر کاش دیو اور جی ایس دارا کی روایات کے مطابق اس کی بیوی ہند نے اس کو جوتیوں سے پیٹا۔ (۳۶) روایات میں یہ تو ملتا ہے کہ اس کی

بیوی نے اسے برا بھلا کہا لیکن اس قسم کی کوئی روایت نہیں ملتی کہ ابوسفیان کو جوتیوں سے پیٹا گیا ہو۔ علاوہ ازیں ابوسفیان کی بیوی کا نام ”ہندہ“ لکھا گیا ہے جو کہ غلط ہے اس کا صحیح نام ”ہند“ تھا۔ یہ غلطی مسلم سیرت نگاروں کے ہاں بھی ملتی ہے۔ بی کے نارائن نے ہند کو اگرچہ ہند ہی لکھا لیکن کہیں اسے ابوسفیان کی بیوی اور کہیں بیٹی قرار دیا ہے۔ دو مقامات ایسے ہیں جہاں ہند کو ابوسفیان کی بیٹی لکھا ہے۔ (۳۷) حالانکہ یہ حقیقت سب جانتے ہیں کہ ہند ابوسفیان کی بیوی تھی مصنف نے خود بھی بعض جگہوں پر ایسا ہی لکھا ہے۔ نام کے حوالے سے ایک اور غلطی جس کا وجود بعض مسلم سیرت نگاروں کے ہاں بھی ملتا ہے وہ ابولہب کی لوٹڈی ثویبہ کا نام ہے جس نے حضور ﷺ کو دودھ پلایا تھا۔ بعض ہندو سکھ حضرات نے بھی اس کو ثویبہ لکھا ہے (۳۸) حالانکہ درست نام ثویبہ ہے۔

(۲۰) آنحضرت ﷺ کی نماز جنازہ کے سلسلے میں پنڈت سندر لال کا کہنا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ (۳۹) حالانکہ یہ بات بالکل واضح ہے کہ آپ ﷺ کی نماز جنازہ کسی نے نہیں پڑھائی بلکہ لوگوں نے ٹولیوں کی شکل میں داخل ہو کر الگ الگ نماز جنازہ ادا کی۔ (۴۰)

(۲۱) ختم نبوت مسلمانوں کا مسلمہ عقیدہ ہے اس عقیدے کے متعلق امرنگھ نے اپنی کتاب ”تکذیب قادیانی“ میں حضرت عائشہؓ سے ایک روایت بیان کی ہے روایت کچھ یوں ہے۔

”قولوا انه خاتم النبیین ولا قولوا انه لانیبی بعده“ (۴۱)

”یہ کہو کہ وہ (حضور ﷺ) خاتم النبیین ہیں یہ نہ کہو کہ ان کے بعد کوئی نبی نہیں“

مندرجہ بالا روایت کا شمار ضعیف ترین روایات میں سے ہوتا ہے اس حدیث کو کسی معتبر کتاب حدیث میں کسی قابل ذکر محدث نے نقل نہیں کیا۔ البتہ تفسیر کی ایک کتاب درمنثور (۴۲) اور لغت حدیث کی ایک کتاب تکرملہ مجمع البحار سے اس کو نقل کیا جاتا ہے اس کی سند کا بھی کچھ پتہ نہیں (۴۳)

(۲۲) پنڈت سندر لال لکھتے ہیں کہ محمد ﷺ صاحب نے اپنی زندگی بھر کبھی کوئی کرامت، معجزہ یا چنکار دکھایا اور نہ دکھا سکے کا دعویٰ کیا۔ (۴۴) جہاں تک دوسرے حصے کا تعلق ہے تو یہ بات درست ہے کہ آپ ﷺ نے کبھی ایسا دعویٰ نہیں کیا لیکن پہلی بات محل نظر ہے کیونکہ آپ ﷺ کی ذات سے بہت سے معجزات صادر ہوئے جن کا ذکر کتب سیرت اور کتب احادیث میں ملتا ہے۔

(۲۳) شام لال کے مطابق خدیجہؓ سے شادی کے بعد محمد ﷺ کے حالات زندگی کسی کو معلوم نہیں (۴۵) یہ ایک ایسا جھوٹ ہے جس کی کوئی بنیاد نہیں کیونکہ ادیان عالم کے پیغمبروں میں اگر کسی کے حالات سب سے زیادہ واضح اور تفصیل کے ساتھ ملتے ہیں تو وہ آنحضرت ﷺ کی شخصیت ہے اس امر کا اعتراف مستشرقین بھی کرتے ہیں اور اس

حوالے سے آپ ﷺ کو بلند تر قرار دیتے ہیں۔

(۲۴) اسی مصنف کا دعویٰ ہے کہ ”نبوت اور رسالت کا خیال یا دعویٰ ایک ایسا خیال ہے جسے تمام دنیا نے کبھی تسلیم نہیں کیا۔“ (۴۶) شام لال کے اس بیان پر سوائے اس کی عقل پر ماتم کرنے کے اور کیا کیا جاسکتا ہے کیونکہ نبوت اور رسالت کو تسلیم کرنے والے ہر دور میں موجود رہے ہیں اور آج بھی دنیا کی بیشتر آبادی نبوت و رسالت پر ایمان رکھتی ہے۔

مندرجہ بالا روایات و بیانات سے یہ چیز واضح ہوتی ہے کہ آپ ﷺ کے ہندو اور سکھ سیرت نگاروں کی کتابوں میں اپنی تمام تر خوبیوں کے باوجود چند چیزیں ایسی ہیں جو مسلمانوں کی روایات سے مطابقت نہیں رکھتی۔ عربی زبان سے عدم واقفیت، انگریزی کتابوں یا مستشرقین کی تالیفات سے بھرپور اخذ و استفادہ اور اسلامی بنیادی مآخذ سے لاعلمی ایسی روایات کا بنیادی سبب ہیں۔ بعض روایات اگرچہ ایسی ہیں جن کا تذکرہ مسلم مصنفین حضرات کے ہاں بھی ملتا ہے لیکن ان کتابوں اور ان میں مذکور روایات کی استنادی حیثیت انتہائی کمزور ہے۔ اور مسلم سیرت نگار حضرات نے روایت و روایت ہر دو اعتبار سے ان کا رد کیا ہے۔ ایسی روایات کا بیان اور ان سے استدلال بنیادی طور پر مستشرقین کا وطیرہ ہے اور یہ حقیقت اوپر بیان کی جا چکی ہے کہ ہندوؤں کی سیرت نگاری کا دار و مدار ہی مستشرقین کی کتب سیرت ہیں۔

حوالہ جات و حواشی

(۱) دراسات اسلامی کے سلسلہ میں ہندوؤں کی تخلیقات کا بیشتر حصہ فن تاریخ کا احاطہ کرتا ہے۔ حالانکہ ہندوؤں کے اپنے علوم کو دیکھیں تو یہ بات عجیب سی لگتی ہے کیونکہ انہوں نے اپنے پرانے عہد میں علم تاریخ و اساطیر پر کوئی کتاب مرتب نہیں کی۔ سر جادو ناتھ سرکار نے صحیح لکھا ہے کہ ہندو علوم انسانی کی اس شاخ کی جانب مسلمانوں کی آمد کے بعد متوجہ ہوئے اور اس فن میں مسلمانوں کی اتباع اس حد تک کی کہ تاریخ نویسی میں مسلمانوں کے محاسن کے ساتھ ساتھ ان کے نقائص و معائب بھی اپنا لیے۔ یہی نہیں بلکہ انہوں نے مسلمانوں کے مخصوص محاورے اور اسلامی تراکیب و الفاظ بلا تکلف اپنا لیے نیز ان کے انداز اس حد تک اپنائے کہ ہندوؤں کی ترتیب یا تصنیف کی ہوئی تاریخ کی کتب بھی مسلمان مصنفوں کی طرح حمد و نعت سے شروع ہوتی ہیں اور کتابوں کے اختتامی کلمات بھی مسلمانوں ہی کے انداز میں لکھے جاتے ہیں (دیکھئے اعظمی، شیت محمد اسمعیل، پروفیسر، دراسات اسلامیہ کے فروغ میں ہندوؤں کی خدمات، کتابی دنیا دہلی ۲۰۰۲ء ص ۶)۔

(۲) دار، گوردت سنگھ، رسول عربی، مجلس اردو ماڈل ٹاؤن لاہور۔ ۱۹۴۱ء ص ۱۱

(۳) یہ کتاب راجنسر پرکشن بیون دہلی (Rajhans Parakashan Pune Delhi) کی طرف سے ۲۰۰۴ء میں شائع ہوئی کتاب ۶۶۲ صفحات پر مشتمل ہے تلاش بسیار کے باوجود کتاب دستیاب نہیں ہو سکی اس کتاب کے تعارف کے لیے Radiance Delhi میں شائع ہونے والے ایک تبصرہ سے مدد لی گئی ہے۔ (دیکھئے:

Waqar Anwar, Dr, "Borrowed Misunderstandings" Radiance Delhi.

vol xxx 1 x No 45 (13-19 March 2005) P-28

(۴) ابن سعد، ابو عبد اللہ محمد، الطبقات الکبریٰ، دار صادر بیروت لاہور، ۱۳۷۷ھ/۱۹۵۸ء م۔ ۱ / ۹۲

(۵) Waqar Anwar, Dr, "Borrowed Misunderstandings" op.cit, P-28

(۶) ابن کثیر، ابو الفضل عماد الدین، البدایہ والنہایہ، المکتبۃ القدوسیہ لاہور ۱۴۰۴ھ/۱۹۸۷ء۔ ۱/۲۶۲ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ۔ ۱۰۳/۱

(۷) سند رلال، حضرت محمدؐ اور اسلام، بشمیر ناتھ ۱۴۲ھ ساؤتھ ملاکہ آلہ آباد۔ ۱۹۴۲ء ص ۳۲

(۸) شبلی نعمانی، علامہ، سیرۃ النبیؐ، الفیصل ناشران اردو بازار لاہور۔ ۱۹۹۱ء۔ ۱۱۵/۱

(۹) شردھ پکاش دیو، حضرت محمدؐ صاحب بانی اسلام، یونین سٹیم پریس لاہور ۱۹۱۳ء ص ۲۰

(۱۰) Muhammad Hamidullah, Dr., Muhammad Rasulullah, Orient paper and Publishers Lahore. (completed in Istanbul) 1392 P-17-19

(II) Tara Chand, Influence of Islam on Indian Culture, Alhamara Art Printers
Lahore 1978 p.50

☆ مستشرقین میں سے واشنگٹن اردو گنگ نے اپنی کتاب "Mahumet and his successors" (1850) میں اس موضوع پر بڑی تفصیل سے لکھا ہے اور اس کا خیال ہے کہ بحیرہ راہب نے آپ ﷺ کو قدیم مذاہب کے بارے میں مفصل معلومات بھی فراہم کیں۔

(۱۲) شردھے پرکاش دیو، حضرت محمد صاحب بانی اسلام۔ ص ۲۹

(۱۳) سندر لال، حضرت محمد اور اسلام۔ ص ۱۵۳

(۱۴) امام بخاری، صحیح البخاری، کتاب بدء الوحی، باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ: ۳

(۱۵) دارا، رسول عربی۔ ص ۹

(۱۶) ابن اسحاق، سیرۃ ابن اسحاق، مترجم، نورانی، نقوش رسول نمبر۔ ادارہ فروغ اُردو لاہور۔ ۱۳۰/۱۱

(۱۷) ابن قیم، ابو عبد اللہ الجوزی، زاد المعاد فی ہدی خیر العباد، مصطفی البابی والحبلی

بمصر۔ ۱۳۳۷ھ/۱۹۲۸م۔ ۴۳/۲

(۱۸) ابن کثیر، ابوالفدا اسماعیل، السیرۃ النبویۃ، دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان (س۔ ن) ۱/۴۳۰۔ ۴۳۱/۱ ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ۔ ۲۶/۳

(۱۹) سندر لال، حضرت محمد اور اسلام۔ ص ۶۹

(۲۰) ابن ہشام، ابو محمد عبد الملک، السیرۃ النبویۃ، المصطفی البابی والحبلی

مصر ۱۳۷۵ھ/۱۹۵۵م، ۱/۳۵۱/۲ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ۔ ۲۰۹/۱۔ ۲۰۸

(۲۱) کشمن پرشاد، سوامی، آفتاب حقانیت المعروف عرب کا چاند، دارالکتب سلیمانی ضلع حصار پنجاب ۱۹۳۲ء۔ ص

۱۶۳ شردھے پرکاش دیو، حضرت محمد صاحب بانی اسلام۔ ص ۵۰/دارا، رسول عربی۔ ص ۸۳/سیٹھی، گویندرام، چار

مینار۔ ص ۱۲۳

(۲۲) شردھے پرکاش دیو، حضرت محمد صاحب بانی اسلام۔ ص ۵۸

(۲۳) الطبری، محمد بن جریر، تاریخ الطبری، تحقیق، محمد ابو الفضل ابراہیم، دار المعارف بمصر۔ ۱۹۶۱ء۔ ۳۷۳/۲

(۲۴) Waquar Anwar, Dr, "Borrowed Misunderstandings" op.cit, P-28

(۲۵) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ۔ ۱/۱۸۵/۳ الطبری، تاریخ الطبری۔ ۳۷۹/۲ ابن اثیر، محمد بن محمد، الکامل فی التاريخ ۱۰۵۲

(۲۶) Sharma, Diwan Chand, The Prophats of the East, Longmans Green

and Co.LTD 1945 p-125

(۲۷) Waquar Anwar, Dr, "Borrowed Misunderstandings" op.cit, P-30

- (۲۸) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ-۲/۳۹۱/ البیهقی، محمد بن حسین، دلائل النبوة-۳/۲۰۹-۲۰۸
- (۲۹) شردھے پرکاش دیو، حضرت محمد صاحب بانی اسلام-ص ۷۴
- (۳۰) الطبری، تاریخ الطبری-۲/۵۸۸/ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ-۲/۷۵/ ابن حزم، جوامع السيرة-ص ۱۹۵/ المواہب اللدنیہ-۱/۴۶۷
- (۳۱) شردھے پرکاش دیو، حضرت محمد صاحب بانی اسلام-۲۹
- (۳۲) ابن ہشام، السيرة النبوية-۳-۴/۳۲۳/ ابن قیم، زاد المعاد-۲/۱۳۰/ الطبری، تاریخ الطبری-۲/۶۳۸
- (۳۳) ستیا رتھی، شام لال، دنیا کے نو مذہبی ریفا رمر-جارج سٹیم پریس لاہور ۱۹۱۷ء، ص ۱۸۶
- (۳۴) سندر لال، حضرت محمد اور اسلام-ص ۱۷۱
- (۳۵) الطمری، تاریخ الطمری-۳/۱۶۶
- (۳۶) شردھے پرکاش دیو، حضرت محمد صاحب بانی اسلام-ص ۱۱۶/ دارا، رسول عربی، ص ۱۵۴-۱۵۵
- (۳۷) Narayan, B.k, Muhammad The Prophet of Islam, Lancers Publishers New Delhi 1978 P-79-119
- (۳۸) جنڈ ہوک، گوراندا یا حیات محمد، چمن لال پبلشرز موہن لال روڈ لاہور ۱۹۳۲ء، ص ۱۲
- (۳۹) سندر لال، حضرت محمد اور اسلام-۱۸۲
- (۴۰) ابن سعد، الطبقات الکبریٰ-۲/۲۸۸/ ابن ہشام، السيرة النبوية-۳-۴/۶۶۳/ الحلی، علی بن برہان الدین، سيرة الحلیہ-۳/۳۹۴
- (۴۱) امر سنگھ، تکزیب قادیانی (پبلشر، مقام اشاعت اور سند درج نہیں) ص ۲
- (۴۲) السیوطی، عبدالرحمن بن الکمال جلال الدین، الدر المنثور فی التفسیر الماثور، دار الفکر بیروت-س-ن-۶۱۸
- (۴۳) مودودی، ابو الاعلیٰ، تفہیم القرآن اسلامک پبلیکیشنز لاہور-۱۴۴۳ھ
- (۴۴) سندر لال، حضرت محمد اور اسلام، ص ۶۵
- (۴۵) ستیا رتھی، شام لال، دنیا کے نو مذہبی ریفا رمر-ص ۱۷۵
- (۴۶) ایضاً-ص ۱۷۲

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆